کتاب نما

۔ پاکستان، نفاذِ اسلام اور اقبال: از مظفر حسین۔ ناشر: آل پاکستان ایجوکیشن کانگریس، لاہور۔
صفحات: ۸۰۔ قیمت ۲۵ روپے

اسلام، حصولِ پاکستان کی جدوجہد کا ایک بڑا اور غالباً سب سے اہم حوالہ (اور جواز) تھا لیکن نصف صدی گزر جانے کے باوجود، یہاں نفاذِ اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا۔ کیوں؟ ہر مخلص اور دردمند پاکستانی مسلمان کی طرح جناب مظفر حسین بھی اسی الجھن سے دوچار ہیں، اور زیرِ نظر مقالے میں انھوں نے افکارِ اقبال کے حوالے سے اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

مقالہ نگار، موضوعِ زیرِ بحث پر، ڈاکٹر محمد رفیع الدین کے ہم نوا ہیں، جو سمجھتے تھے کہ پاکستان میں جب بھی اسلام نافذ ہو گا، علامہ اقبال کے فلسفہ خودی کی بنا پر ہو گا۔ مگر المیہ تو یہ ہے کہ قیامِ پاکستان سے اب تک عوام و خواص، حکمران و سیاست دان اور شعرا و دانش ور، سبھی علامہ اقبال کے مداح رہے ہیں (حتیٰ کہ بے نظیر بھٹو بھی "اقبال کے اسلام" کو تسلیم کرنے کا اعلان کر چکی ہیں) اس کے باوجود نفاذ اسلام ابھی تک ممکن نہیں ہو سکا۔ کیوں؟ ---- جناب مظفر حسین نے اس کی ذمہ داری علما پر عائد کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اقبال بھی مُلّا سے کُلّی طور پر "مایوس، ناامید اور بے زار" تھے۔ فاضل مصنف نے سید ابوالاعلیٰ مودودی کو اقبال کے "فلسفۂ خودی کے ہم نوا علما میں سرفہرست" شمار کرتے ہوئے اسے اسلامی دنیا کی بہت بڑی خوش قسمتی قرار دیا ہے کہ عالمِ اسلام کو "علامہ اقبال کی ہم نوائی میں مولانا مودودی جیسا صاحبِ قلم شارحِ اسلام میسر آیا۔" مگر انھیں مولانا مودودی کے ہاں کچھ ایسی خامیاں اور کوتاہیاں نظر آتی ہیں، جن کی بنا پر مولانا (اور ان کی جماعت) پاکستان میں نفاذِ اسلام کی ناکامی کے "بڑے مجرم" قرار پاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مولانا نے "پاکستان کی کھلم کھلا مخالفت" کی، پھر اسلام کو ایک ایسی "نظریاتی تحریک کی حیثیت" دے دی، جس میں "سیاست کا رنگ بہت گہرا ہے۔" مزید برآں تصوف کے معاملے میں "سرد مہری" کا رویّہ اختیار کیا۔

مصنف کے خیال میں جماعتِ اسلامی کے علاوہ دیگر مذہبی جماعتوں نے بھی "جمہوری سیاسی راستے

کو اپنا کر" شدید غلطی کا ارتکاب کیا ہے چنانچہ نفاذِ اسلام کے سلسلے میں وہ دینی سیاسی جماعتوں سے مایوس ہیں، وہ مشورہ دیتے ہیں کہ : "انھیں مولانا امین احسن اصلاحی اور علامہ اقبال کی اس بات پر توجہ دینی چاہیے کہ الگ الگ (بلکہ متحارب) دینی سیاسی جماعتیں بنانے کے بجائے پوری ملت کو "الجماعۃ" قرار دیں، اور پوری ملت کو مقصود بنا کر ہر شخص، اپنی صلاحیت کے مطابق اپنے آپ کو، جس خدمت کا اہل پائے، وہ خدمت انجام دے۔"

ان کا پیش کردہ ایک اہم (غالباً سب سے اہم) نکتہ یہ ہے کہ اسلام کا فروغ و نفاذ "ایک کلچرل تحریک" کے ذریعے ہونا چاہیے۔ ان کے خیال میں مولانا مودودی اور علامہ اقبال میں یہی فرق ہے کہ اول الذکر کی "نظریہ پسندی کی شدت"، "تحریکی شدت پسندی، اور تعبیر اسلام میں سیاسی و نظریاتی کشمکش" کے عنصر کے مقابلے میں، علامہ اقبال کے ہاں، اسلام کی تہذیبی تحریک کا پہلو غالب ہے اور "نفاذ اسلام کے لیے کسی سیاسی تحریک کے مقابلے میں، علامہ اقبال کی زیادہ دلچسپی، نفوذِ اسلام کی کلچرل تحریک سے ہے"۔

بلاشبہ جناب مظفر حسین، اقبال کے متخصص (Specialist) ہیں مگر ہمارے خیال میں ان کی متذکرہ بالا رائے، علامہ کے تصوّرِ اسلام کی صحیح اور مکمل تعبیر پیش نہیں کرتی۔ یہ درست ہے کہ علامہ اقبال نے اسلام کے کلچرل پہلو کے بارے میں پسندیدگی ظاہر کی ہے، لیکن ان کی تعبیر اسلام کو محض "کلچرل تحریک" تک محدود کرنا، اقبال اور فکرِ اقبال سے انصاف نہ ہو گا۔ اقبال، حق و باطل کی کشمکش میں بھرپور طریقے سے حصہ لینے کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی کی تعمیری قوتوں کی تنظیم اور شیرازہ بندی کے لیے معرکہ آرائی کا مرحلہ ناگزیر ہے۔ "ستیزہ کاری" عیب نہیں، بلکہ زندگی کا ایک فطری عنصر ہے۔ وہ نوجوانوں کو "خارا شگافی" کے طریقے سکھانا چاہتے ہیں۔ انھیں تشویش ہے کہ ایک طرف تو : "تازہ ہر عہد میں ہے قصۂ فرعون و کلیم" مگر دوسری طرف : "کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغ بے نیام" کی افسوس ناک صورت حال نظر آتی ہے۔ اگر ہم اسلام کا نفاذ و نفوذ چاہتے ہیں تو پھر اسلام کے "سیاسی پروگرام" سے اجتناب کرنے یا "تحریکی شدت پسندی" سے الرجک ہونے کی ضرورت نہیں۔ اقبال کا شاہین اپنی راہبانہ فطرت کے باوجود "جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا" کے راستے پر گامزن ہے تاکہ لہو گرم رہے اور اسے وہ قوت و طاقت فراہم ہو، جسے اقبال "قوتِ شبیری" کا نام دیتے ہیں : "زندہ حق از قوتِ شبیری است" اور : "نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری"۔

یہاں ایک لمحے کے لیے اس بحث سے قطع نظر کیجیے کہ اقبال کے تصوّرِ اسلام کے اہم اجزا کیا ہیں؟ وہ محض ایک "کلچرل تحریک" ہی سہی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کلچر کیسے نافذ ہو گا؟ قوم کے سامنے

"اسلامی نصب العین اور مقاصد واضح کرنے" اور اس کے اندر "توحید کی تعلیم عام کرنے" کا کام کون انجام دے گا؟ نصابی کتابوں میں عقیدۂ توحید سمونے کی کون اجازت دے گا؟ قوتِ نافذہ کیا ہو گی؟ تعجب ہے کہ قوتِ نافذہ کا مسئلہ مصنف کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا۔

پاکستان میں نفاذِ اسلام کے ضمن میں ایک اہم سوال یہ ہے (کوئی مورخ اس سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا) کہ نفاذِ اسلام کے سلسلے میں پاکستان کی بانی جماعت مسلم لیگ کا رول کیا رہا؟ مصنف نے لیگ کی میزانِ عمل سے چشم پوشی کی ہے، بلکہ بالواسطہ کئی جگہ اس کی مدح سرائی کی ہے، اور اسے تحفظ فراہم کیا ہے۔ (یہ مقالہ نومبر ۱۹۹۳ اور اس سے متصل ماقبل زمانے میں تحریر کیا گیا تھا۔ مصنف کو مسلم لیگ (ن) کی شکست سے جو شدید صدمہ پہنچا، مقالے پر اس کا واضح اثر موجود ہے۔)

یہاں ایک غلطی کا ازالہ ضروری ہے۔ فاضل مصنف کا یہ کہنا درست نہیں کہ مولانا نے اقبال کے لیے "میرا روحانی سہارا" کے الفاظ استعمال کیے تھے (مظفر صاحب کے ہاں اس کا حوالہ بھی درست نہیں ہے)۔ مولانا نے اقبال کی وفات پر لکھا تھا: "سب سے بڑا مادی سہارا، جس سے مدد کی توقع تھی، اقبال کا سہارا تھا، سو وہ بھی یہاں قدم رکھتے ہی چھین لیا گیا" (ترجمان القرآن، شمارہ محرم ۱۳۵۷ھ)

جناب مظفر حسین کا زیرِ نظر مقالہ بلاشبہ ان کی وسیع مطالعے، دردمندانہ سوچ اور نفاذِ اسلام اور پاکستان کے مستقبل کے بارے میں ان کی فکرمندی کا مظہر ہے، مگر اس کے ساتھ بعض معاملات میں ان کے مغالطہ انگیزیوں، تضادات اور غلط اندیشیوں کا مرقع بھی ہے۔ آپ اسے پاکستانی دانشوری کا عبرت انگیز المیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

اقبالیات، درسی کتب میں از شاہد اقبال کامران۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، مرکز ایف سیون، اسلام آباد۔ صفحات ۲۲۰۔ قیمت درج نہیں۔

زیرِ نظر کتاب ایک تحقیقی رپورٹ ہے، جسے ایم فل اقبالیات کی ڈگری کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ اس میں یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ پاکستان کے تعلیمی (خصوصاً سرکاری) اداروں میں مختلف سطحوں پر علامہ اقبال کی تحریریں کس حد تک نصابات میں شامل ہیں اور ان کا مطالعہ کس انداز میں اور کن زاویوں سے کیا جا رہا ہے۔ اس جائزے سے پتا چلتا ہے کہ اقبال کے حالات اور ان کی شاعری کی تعلیم و تدریس پہلی جماعت سے ایم فل اردو تک کے تعلیمی نصابات میں شامل ہے اور مختلف مضامین کی درسی کتابوں میں، اقبال کا تذکرہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اقبال کا سب سے زیادہ ذکر صوبہ بلوچستان کی نصابی کتابوں میں اور سب سے کم پنجاب کے نصابات میں ملتا ہے۔ بعض نصابی کتابوں میں متحدہ قومیت،